Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مجلہ "ہمایوں" اور "اردو، ہندی چپقلش"

*عبدالرسول ارشد
**ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

Abstract:
Literary journals have played an important role in the promotion and development of Urdu language. There was a literary service. Humayun tried his best to make the Urdu movement a success. Humayun has been the best reflection of Eastern, cultural, scientific and literary life. Humayun created healthy literature and also expressed healthy values. Humayun tried to make literature bound to a specific oriental style of ethics and did not give it a specific standard. Humayun established a certain standard of literature and aesthetics.Humayun, who was a pioneer in the promotion of Urdu language, fully supported Urdu. Editor Humayun was of the view that if Urdu was not supported then its future would be in grave danger. Numerous words about the religion of customs and traditions were in Urdu, due to which Hindus did not hesitate to consider Urdu as the language of Muslims. In this article, the role played by Humayun in making Urdu a simple and national language and in Urdu-Hindi dialect has been discussed. Humayun published a lot of information about Urdu language and disseminated it to the people. The efforts of Humayun's editors were not limited to the magazine but Maulana Tajur Najibabadi established an Urdu Center in August 1925. He belonged to a literary association. Among the writers on the subject of Urdu-Hindi Chapaklish in Humayun Magazine were Bashir Ahmed, Dr. Mohi-ud-Din, Muhammad Hussain Adib, Maulana Tajur Najibabadi, Maulvi Abdul Aziz, Nazer Dehlavi, Maulana Abdul Haq, Maulana Waheed-ud-Din. Maulana Wahiduddin Saleem and others are noteworthy.

Keywords: *Numerous, Customs, Dialect, Disseminated, Pioneer*

کلیدی الفاظ: متعدد، رسم و رواج، بولی، پھیلائے ہوئے، علمبردار

ملخص:

اردو زبان کی ترویج وترقی میں ادبی رسائل نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ مدیر ہمایوں نے بابائے اردو کے مشن کو پنجاب میں ۳۵ سال کامیاب بنایا اور ایک تحریک کا درجہ حاصل کیا۔ ہمایوں کے ادیب خاموش سوچ کے علم بردار تھے اور ان کا مقصد ادبی خدمت تھی۔ ہمایوں نے تحریک اردو کو کامیاب کرنے کی سر توڑ کوشش کی۔ ہمایوں مشرقی، تہذیبی، ثقافتی ،علمی اور ادبی زندگی کی بہترین عکاسی کرتا رہا ہے۔ ہمایوں نے صحت مند ادب تخلیق کیا اور صحت مند اقدار کی ترجمانی بھی کی۔ ہمایوں نے ادب کو اخلاقیات کے مخصوص مشرقی انداز کا پابند بنانے کی سعی کی اور اسے ایک مخصوص معیار نہیں دیا۔ تخلیقی ادب پر لطافت اور شگفتگی محسوس ہوتی ہے۔ ادب و جمالیات کا ایک مخصوص معیار قائم کیا۔ ہمایوں نے حلقہ اربابِ ذوق، رومانوی تحریک اور اس کے علاوہ ترقی پسند تحریک ادباء کو بھی جگہ دی۔ ہمایوں جو اردو زبان کے فروغ میں پیش پیش تھا اس نے اردو کی بھرپور حمایت کی۔ مدیر ہمایوں کا خیال تھا کہ اگر اردو کو اس وقت سہارا نہ دیا گیا تو اس کے مستقبل کو شدید خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کی تاریخ، رسم و رواج کا مذہب کے بارے میں بے شمار الفاظ اردو زبان میں تھے جس کی وجہ سے ہندو اردو زبان کو مسلمانوں کی زبان سمجھنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔

---

*پی۔ ایچ۔ ڈی سکالر لاہور، گیریژن یونیورسٹی لاہور
**استاد شعبہ اردو لاہور، گیریژن یونیورسٹی لاہور

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اس مضمون میں اردو کو آسان اور قومی زبان بنانے میں اور اردو ہندی چپقلش میں ہمایوں نے جو کردار ادا کیا ہے وہ زیر بحث لایا گیا ہے۔ انجمن اربابِ پنجاب نے پنجاب یونیورسٹی سے ایک قرار داد کے ذریعے سے مطالبہ کیا۔ ہمایوں میں اردو زبان کے بارے میں بے شمار معلومات شائع کر کے لوگوں تک پہنچائی گئیں۔ ہمایوں کے مدیروں کی کوشش صرف رسالے تک محدود نہیں تھی بلکہ مولانا تاجور نجیب آبادی نے اگست ۱۹۲۵ء میں ایک اردو مرکز قائم کیا۔ ان کا تعلق ایک ادبی انجمن سے تھا۔ مجلہ ہمایوں میں اردو ہندی چپقلش کے موضوع پر لکھنے والوں میں بشیر احمد، ڈاکٹر محی الدین، محمد حسین ادیب، مولانا تاجور نجیب آبادی، مولوی عبد العزیز، ناظر دہلوی، مولانا عبد الحق، مولانا وحید الدین، مولانا وحید الدین سلیم وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

۱۹۰۰ء میں گورنر صوبہ شمالی و مغربی سر انٹونی سکینڈ دل نے یہ حکم جاری کیا صوبہ شمالی و مغربی کی عدالتوں میں اُردو کے ساتھ ساتھ ہندی رسم الخط کو بھی رائج کیا جائے۔ اس حکم نامے سے اُردو سے محبت کرنے والے لوگوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اس حکم نامے کے خلاف جلسوں کا انعقاد کیا گیا اور مختلف قرار دادیں پیش کی گئی۔ لکھنو کے ایک جلسے میں نواب محسن الملک مرحوم نے یہاں تک کہ دیا کہ اگر اُردو کا جنازہ نکالنا ہے تو دھوم دھام سے نکالا جائے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

لیکن گورنر کے حکم کے سامنے نواب صاحب کو بھی گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ افسوس سے یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ اُردو اور ہندی کے درمیان اختلافات روز بروز بڑھتے گئے۔ کانگریس نے کراچی کے اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستان کی مشترکہ زبان کا نام ہندوستانی رکھا جائے۔ اس بات پر کسی کو اعتراض نہ تھا۔ لیکن بعد میں اس معاملے کو الجھا دیا گیا۔ ۱۹۳۶ء میں "کھل بھارتیہ سیتہ مرشد" کے نام سے ایک انجمن قائم کی گئی۔ اس کا مقصد ہندوستانی زبانوں کا آپس میں اتحاد کرانا تھا۔ مولوی عبد الحق اس کے اجلاس میں اُردو کے نمائندہ کے طور پر شریک ہوئے۔ اس جلسے کی صدارت گاندھی نے کی اس نے کہا کہ ہندوستان کی مشترکہ زبان کا نام ہندی ہندوستانی رکھا جائے گا۔ مولوی صاحب نے اس کو کراچی میں پاس ہونے والی قرار داد یاد دلائی اس نے کہا کہ وہ قرار داد بھی میں نے پاس کی تھی یہ بھی میں نے پاس کی ہے۔ اس طرح انہوں نے یہ بھی کہا کہ اُردو مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے اور مسلمان بادشاہوں نے اسے بنایا اور پھیلایا۔ اب مسلمان چاہیں تو اسے رکھیں اور پھیلائیں۔ اس سے ہندوؤں کا رویہ کھل کر سامنے آگیا۔ اس کے بعد اخبارات ورسائل میں اُردو ہندی کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کے بارے میں مضامین ہندوستان کی تقسیم تک چھپتے رہے۔

"ہمایوں" جو اُردو زبان کے فروغ میں پیش پیش تھا۔ وہ بھی اس سانحے سے بے حد متاثر ہوا۔ اس نے بھی نہایت احسن طریقے سے اُردو کی حمایت کی۔ اُردو ہندوستان کی ملکی زبان کیوں کر بن سکتی ہے یہ نام ہے اس مضمون کا جو ہمایوں نے لکھوائے۔ اس میں سب سے بہتر مضمون لکھنے والے کو انعام دینے کا اعلان کیا گیا۔ مارچ ۱۹۲۲ء کے اس اعلان کے بعد اپریل ۱۹۲۲ء کیا گیا۔ "ہمایوں" نے اُردو کی تحریک کو دیگر تمام رسائل کی نسبت زیادہ اہمیت دی۔ ان انعامی اعلانات کی روشنی میں مضامین موصول ہوئے مگر ان کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ اس لیے وہ اُردو سے جذباتی محبت کا اظہار کرنے والوں سے مخاطب اس طرح ہوتے ہیں:

"ہم نے ہمایوں اور بعض اخبارات میں اُردو کو ملک کی مشترکہ زبان بنانے کے متعلق اہل قلم کی رخس کو بیدار کرنے کے لیے اعلان شائع کرائے، اُردو کے لیے سر پہ کفن باندھے ہوئے ندائی خوابیداروں کو شور غنچو نما کو دیکھتے ہوئے توقع تو یہ تھی کہ پورے ملک سے مضامین کی بارش ہونے لگے گی مگر معلوم یہ ہوا کہ کچھ ایسے ہوئے ہیں سونے والے کا حشر تک جاگنا قسم ہے۔"[۱]

اس عبارت سے مدیران "ہمایوں" کی اُردو سے بے پناہ محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہندو فرقہ پرستوں اور انگریزوں کی ہندوؤں کے لیے نوازشات کا احساس مدیر ہمایوں میاں بشیر احمد اور نائب مدیر مولانا تاجور نجیب آبادی کو تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر اُردو کو اس وقت سہارا نہ دیا گیا تھا تو اس کے مستقبل کو شدید خطرات لاحق ہو جائیں گے۔

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

دو رکاوٹیں جو اُردو کو ہندوستان کی واحد زبان سمجھنے میں حائل تھیں۔ ایک رکاوٹ یہ تھی ہندو اور انگریز اُردو کو حرف مسلمانوں کی زبان سمجھتے تھے اور دوسری بڑی رکاوٹ اُردو میں عربی اور فارسی الفاظ کی زیادتی تھی۔ ان وجوہات کی بنا پر اُردو عام لوگوں کی زبان ہونے کا درجہ حاصل کرنے میں ناکام ہو سکتی تھی۔ مولانا وحید الدین نے اپنے ایک مضمون "ہندوستان کی عام زبان" میں ان دونوں باتوں کا جواب دیا ہے۔ مولانا صاحب کا یہ مضمون انعامی نمبر میں سب سے پہلے نمبر پر آیا۔ اس نے اس کا ثبوت دیتے ہوئے کہ اُردو ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے، کہا کہ اس زبان میں فارسی اور ہندی الفاظ بہت زیادہ تعداد میں ہیں اور یہ دونوں آریائی زبانیں ہیں جبکہ عربی کے الفاظ اس زبان میں بہت کم ہیں۔ مولانا سلیم صاحب کا یہ خیال تھا کہ اُردو کو آسان اور تمام فہم بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ہندی، سنسکرت اور دیگر علاقائی زبانوں کو زیادہ سے زیادہ شامل کیا جائے تاکہ ہندو اُردو صرف مسلمانوں کی زبان نہ سمجھیں، علاقائی زبانوں میں استعمال ہونے والے ہندی الفاظ کو اُردو میں زیادہ سے زیادہ حصہ دینے کا مشورہ مولانا صاحب نے دیا۔ مولانا وحید الدین سلیم اُردو زبان کی ترقی اور حمایت میں بولنے والوں سے یوں مخاطب ہیں:

> "اے اُردو زبان کو ملکی زبان بنانے کی آرزو رکھنے والو اگر یہ آرزو تمہیں دھوکا نہیں دے رہی بلکہ فی الواقع یہ تمہارے دلوں میں موجزن ہے تو اول اپنی زبان میں ایسی وسعت پیدا کرو کہ ہر صوبے کا باشندہ اسے اپنی زبان سمجھنے لگے۔ پھر اس میں ایسا ادب تیار کرو جو ہندوستان کی خصوصیات سے لبریز ہو۔ نیز اس ادب میں اعلیٰ خیالات بھر دو۔ کہ ان کا مطالبہ کرنا ہر ہندوستانی کے لیے باعثِ فخر و ناز ہو۔"[۲]

مسلمانوں کی تاریخ، رسم رواج اور مذہب کے بارے میں بے شمار الفاظ اُردو زبان میں تھے جس کی وجہ سے ہندو اُردو زبان کو مسلمانوں کی زبان سمجھنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ ہندوؤں کو اُردو زبان کی طرف راغب کرنے کا ایک طریقہ مولانا صاحب نے یہ بتایا کہ اُردو زبان میں ہندوؤں کی تاریخ، رسم و رواج دور مذہب کے بارے میں الفاظ میں اضافہ کیا جائے تاکہ ان کو یہ باور کرایا جا سکے کہ اُردو نا صرف مسلمانوں کی زبان ہے بلکہ یہ ہندوؤں کی بھی نمائندہ زبان کے طور پر موجود ہے۔ ان کے مطابق اگر اُردو میں دونوں فرق یعنی مسلمان اور ہندو کے بارے میں الفاظ اور مضامین کی موجودگی وقت کا اہم تقاضا ہے۔ مولانا صاحب نے اُردو زبان سے ایسے الفاظ نکال دینے کا مشہور جو الفاظ ایک جیسی آواز والے ہیں اور اُردو زبان کے حروف ابجد میں صرف ایک لفظ کو اختیار کر لینا چاہیے۔ یقینی طور پر یہ وہ قیمتی آرا ہیں جو اُردو زبان کی مقبولیت کے لیے مولانا وحید الدین سلیم نے دی۔ اس طرح اہل قلم نے اپنے اپنے مقام پر اُردو کو ہندوستان کی زبان بنانے کے لیے بھرپور کوشاں رہے۔ مولانا وحید الدین بتاتے ہیں:

> "ث، س، ص، میں سے صرف "س" رکھ لینا چاہیے۔ "ح۔ہ" میں سے "ہ" ط اور ت میں سے حرف "ت"۔ "ز، ز، ظ، ض، میں سے زر کھ کر باقی الفاظ ختم کر دینے چاہیں۔"

مضمون نگار کے اس مضمون کو مولانا عبدالحق کی تائید حاصل ہے۔ دوسرے نمبر پر مضمون حیات ناظر دہلوی کا قرار پایا تھا۔ اُردو ہندوستان کی ملکی زبان کیونکر بن سکتی ہے۔ اس مضمون میں اُردو کو آسان بنانے کی طرف توجہ مبذول کی گئی ہے۔ اُردو زبان میں دیگر الفاظ کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ جبکہ دیگر زبانوں کے اندر یہ صلاحیت موجود کم ہے۔

"الف) وہ مختلف قوموں کے اتحاد کی بہترین یادگار ہے۔ اور اس کی تخلیق اجتماع وافق اختلاط کا نتیجہ ہے۔

ب) وہ مختلف عظیم الشان قومیں کے تمدن کی مظہر ہے۔

ج) وہ ہندوستان سے باہر بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے، مصر، عدن، پورٹ سعید، بصرہ، بغداد، مصموع، حضر موت، خلیج فارس، مجاز، ماریش، ثال، پورٹ بلیر، انڈمن، افغانستان۔

د) اس کا رسم الخط لکھنے میں آسان اور پڑھنے میں سہل ہے اور چین و جاپان کے سوا تمام مشرقی قوموں میں یہی رسم الخط رائج ہے۔

ہ) وہ فطرتاً ترقی پذیر ہے اور موجودہ متمدن زبانوں کے اصولوں پر قائم ہے۔

و) عروج و زوال کی منزلوں سے کامیابی کے ساتھ گزری ہے۔

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ز) آزادی کے بعد متحدہ ہندوستان کو جن مشرقی قوموں سے رابطہ، اتحاد و یگانگت قائم کرنے ہوں گے وہ قومیں صرف یہی زبان آسانی سے سیکھ سکیں گی۔

ح) اس زبان کو بولنے والے دنیا کی ہر زبان سے تکلف سیکھ سکتے ہیں اور اس کے اصل لہجہ میں تلفظ سے بول سکتے ہیں۔

ط) اور سب سے آخر مگر سب سے زیادہ کہ مختلف الاجزا ہے اور مختلف اجزاء ہندوستان کے بہترین ملکی زبان مختلف الاجزا ہی ہو سکتی ہے۔"

(مارچ ۱۹۲۲ء، ص۱۸۸)

اس وقت ہندوستان میں کروڑوں لوگ پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے قابل نہ تھے۔ ان کی جان و مال محفوظ نہ تھے۔ عدالتیں ہونے کے باوجود غربت کی وجہ سے لوگ اپنے اوپر ہونے والے مظالم کو سہتے رہتے تھے مگر عدالتوں میں جانے کے قابل نہ تھے۔ ناظر دہلوی اُردو کو ہندوستان کی زبان بننے کے لیے سب سے زیادہ اہل سمجھتے ہیں۔ فاضل مضمون نگار نے اس کے لیے چند دلائل پیش کیے ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

الف) یہ وہ زبان ہے جو ہندوستان کے علاوہ بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

ب) مختلف اقوام کے ایک ساتھ رہنے کے بارے میں بتاتے ہیں۔

ج) یہ لکھنے اور پڑھنے میں آسان ہے۔

د) ترقی پذیر ہونے کے ساتھ موجودہ زبانوں کی ترجمانی کرتی ہے۔

و) اچھے برے حالات میں کامیابی حاصل کی ہے۔

ز) جو لوگ اس زبان کو بول سکتے ہیں وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ دنیا کی کوئی بھی زبان سیکھ سکیں۔

اُردو زبان کی مندرجہ بالا خوبیوں کے بارے میں آگاہ کرنے کے بعد وہ رقمطراز ہیں:

"اُردو زبان کی یہ خاص خوبی ہے کہ وہ مختلف زبانوں کے مفید اثرات سے لبریز ہے اور کسی ایک زبان کے ساتھ وابستہ نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس کو اس طرح سے ترقی بھی دینی چاہیے جو الفاظ اپنی زبان میں موجود ہوں ان کو تبرک کر کے غیر زبانوں کے الفاظ انشاء پردازی کا نقص ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ زبان کے قدرتی حسن کو مٹا کر تصنع اور اخلاق سے اُردو کا گلا گھونٹتے ہیں۔"[۳]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نویس حضرات اُردو کو قومی زبان بنانے کے لیے مجبور تھے۔ مولوناوحید الدین نے اس سلسلے میں یہ کام کای کہ انہوں نے عربی رسم الخط کو چھوڑ پر ہندی رسم الخط اختیار کرنا شروع کر دیا۔ ناظر دہلوی اُردو زبان کو ترقی دینے کے لیے لکھتے ہیں:

"اس جدوجہد کے ساتھ ہمیں اُردو کی اشاعت اور ترقی کے لیے دوسرے اسباب بھی پیدا کرنے چاہیں اور پھر ہر طریقہ سے اس ملک کی عام زبان بنانا چاہیے تا کہ یہ ہر قوت ہو جائے اور حکومت کو سرکاری زبان بنانے پر مجبور کر دے۔ اس جدوجہد کا پروگرام حسب ذیل ہونا چاہیے۔ ۱۔ مدارس۔ ۲۔ کتب خانے۔ ۳۔ لیکچر خانے۔ ۴۔ اخبارات و رسائل۔ ۵۔ کتب خانہ"[۴]

اُردو زبان میں مسلمانوں کے بارے میں الفاظ کی بہتات تھی اس وجہ سے اُردو زبان مسلمانوں کی زبان مشہور ہو گئی۔ ناظر دہلوی لکھتے ہیں:

"ہمیں کھلے دل سے اعتراف کرنا چاہیے کہ اُردو موجودہ حالت میں ملکی زبان بننے کے لیے تیار نہیں ہے اور اصولی حیثیت سے ایک ملکی زبان کے لیے جو معیار ہونا چاہیے اس پر وہ پوری نہیں اترتی۔"[۵]

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اس اقتباس سے صاحب مضمون کا اُردو زبان کے بارے میں احساس کمتری میں مبتلا ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ تصور عام تھا کہ اُردو مسلمانوں کی زبان نہیں ہے تو وہ اس اعتراض کا بھرپور انداز میں جواب دینے سے قاصر رہے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے مئی ۱۹۲۳ء کے شمارے میں "ہندوستانی زبان" کے عنوان سے شائع ہونے والے مضمون اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے۔

"اُردو مسلمانوں کی مخصوص زبان سمجھنا تاریخ کی سب سے بڑی غلطی ہے۔ اس معاملے میں ملم یا ہندو اصحاب علم و ارباب علم نے جو زبردست حصہ لیا ہے اس کو بالکل نظر انداز کرتا ہے۔"[۶]

مولوی عبدالعزیز نے مضمون لکھتے ہوئے جذباتی انداز اختیار کیا ہے۔ ایک طرف تو انہوں نے اُردو کو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ زبان قرار دیا ہے لیکن جب انہوں نے اس کے رسم الخط کے بارے میں بات کی ہے تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ اُردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ اُردو زبان کے رسم الخط کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دنیا کی کل اسلامی اقوام میں عربی یا اُردو رسم الخط رواج پا رہا ہے۔"[۷]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ انہوں نے نادانستہ طور پر لکھے ہیں کیونکہ اس سے پہلے اُردو زبان کے بارے میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ یوں ہے کہ اُردو ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے۔ علامہ تاجور نجیب آبادی اُردو زبان کے لیے ایک پروگرام تشکیل دیتے ہیں جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

الف) اُردو سے عربی اور سنسکرت کے الفاظ نکالنا تاکہ یہ ہندی زبان بن جائے۔

ب) عام ہندوستانی زبان کے مطابق پروگرام تیار کرنا۔

ج) اُردو نظموں کا ہندی وزنوں میں انتقال

د) اُردو نظم کا محبوب مخاطب مرد کی بجائے عورت کو قرار دینا۔

ہ) اُردو نظم میں لیلیٰ مجنوں رستم و سہراب، نرگس و جلیل کی بجائے، ہندی مضامین، ہندی عنوانات اور ہندوستانی واقعات کو بیان کرنا۔

مولانا تاجور نجیب آبادی کی یہ تجاویز نظم کے بارے میں ہیں۔ اس کے بقول مولانا وحید الدین سلیم کی جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان کا تعلق نثر سے ہے۔ اس سلسلے میں ایک تجویز مولانا عبدالحمید سالک صاحب نے بھی دی ہے جو ادبیات اُردو کے عنوان سے اکتوبر ۱۹۲۳ء کے رسالے میں چھاپی گئی۔ انہوں نے یہ تجویز دی کہ ایک دائرہ ادب قائم کیا جائے۔ جس کے تحت ادب کی تمام اصناف پر اچھی کتابیں لکھنے کا فریضہ انجام دیا جائے۔ ایک ہفتہ وار رسالہ نکالنے کی بھی تجویز دی گئی جو اس دائرہ کے ماتحت کام کرے گا۔ اس رسالے کا کام ہفتہ بھر کے اخباروں اور رسالوں میں پائی جانے والی اغلاط کی درستی کرنا ہو اور اخبارات کے لیے الفاظ کے تراجم کرنا بھی شامل ہو۔ ان تمام تجاویز کا مقصد اُردو زبان کو آسان بنانا تھا۔ مولانا وحید الدین کو اُردو زبان کے لیے ہندی رسم الخط پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ انہوں نے ایک مضمون "ڈرامی" کے عنوان سے تحریر کیا جو اکتوبر ۱۹۲۸۱ء کے شمارے میں شائع کیا گیا۔ اس میں انہوں نے لکھا کہ رسم الخط چاہے کوئی بھی ہو مگر زبان اُردو ہی رہے۔

محمد حسین ادیب کا ایک مضمون "اُردو شاعری اور ملکی سرمایہ" کے عنوان سے تحریر کیا۔ جنوری، فروری، مارچ ۱۹۲۳ء کے تین شماروں میں تین اقساط کی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس مین اس بات کو اجاگر کیا گیا کہ اگر اُردو شاعری کا تعلق اگر ایرانی وراثت سے محروم کر دیا جائے تو اُردو غزل کا وجود ختم ہو جائے گا۔ وہ لکھتے ہیں کہ اُردو کی اپنی ایک الگ حیثیت ہے۔ دنیا کی دیگر زبانوں میں اُردو کا ایک منفرد مقام ہے۔ چونکہ غزل کا تعلق داخلی شاعری سے ہے اس لیے خارجی واقعات سے اس کا تعلق کم ہے۔ مدیر ہمایوں نے ایک دو مقالے خود حاصل کیے اس کے کچھ مضامین ہمایوں کو خود بخود بھیجے گئے۔ مثال کے طور پر ۱۹۲۳ء کے شمارے میں سجاد حیدر کا مقالہ حاصل کر کے شائع کیا۔

"انجمن اربابِ پنجاب" نے پنجاب یونیورسٹی سے ایک قرارداد کے ذریعے جو مطالبہ کیا اس کی شقیں درج ذیل ہیں۔

الف) اُردو، ہندوی کو کم سے کم سو نمبر دے کر ایف۔ اے میں لازمی اور بی۔ اے میں اختیاری مضمون کی حیثیت دی جائے۔

ب) ایف۔ اے، بی۔ اے کے امتحانوں میں طلبہ کو اختیار دیا جائے کہ وہ غزلوں، عربی، فارسی کے پرچوں کا جواب انگلش یا اُردو میں دے سکے۔

ج) پنجاب یونیورسٹی کے اورینٹل کالج میں فارسی، سنسکرت اور پنجابی کی طرح ہندی اور اُردو کی کتابیں بھی کھولی جائیں۔

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"ہمایوں" میں اُردو زبان کے بارے میں بے شمار معلومات شائع کر کے لوگوں تک پہنچائی گئیں۔ "ہمایوں" کے مدیروں کی کوششیں صرف رسالے تک محدود نہیں تھیں بلکہ مولوناتاجور نجیب آبادی نے اگست ۱۹۲۵ء میں ایک اُردو مرکز قائم کیا۔ اس اُردو مرکز کی ملکیت اور نگرانی خود مولاناتاجور نجیب آبادی کی تھی، ہمایوں سے پہلے بھی مولاناصاحب کا تعلق ایک ادبی انجمن سے قائم تھا اس کے بعد وہ ہمایوں رسالے میں نائب مدیر کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔

فورٹ ولیم کالج کے قیام کے ساتھ ہی اُردو اور ہندی کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ یہ کالج ایسٹ انڈیا کمپنی نے اٹھارہویں صدی کے اواخر میں کلکتہ میں قائم کیا جس کا مقصد انگریز افسروں کو ہندوستانی زبانیں سکھانا تھا تا کہ وہ اس زبان عیسائیت کا پرچار کر سکیں اس طرح اس دور میں اُردو نثر نے بے پناہ ترقی حاصل کی۔ ہندوستانی زبانوں کے درمیان اختلاف کو ڈاکٹر محی الدین زوریوں بیان کرتے ہیں:

> "فورٹ ولیم کالج میں وہ خیال ہندوستانیوں کے دماغوں میں بیج کی طرح بویا ہو گیا جو آہستہ آہستہ ایک خوفناک تناور درخت کی شکل حاصل کر کے تمام فضا میں مہلک ہوا پھیلانے لگا۔ اس کالج کے قیام سے پہلے اُردو زبان کو ناکردہ رسم الخط میں لکھنے کا شاید ہی کسی کو خیال گزرا ہو لیکن فورٹ ولیم کالج کے ارباب حل وعقد نے اپنے ہندو منشیوں کو سنور دیا کہ وہ عام مشترکہ زباں کو اپنی قدیم ادبی زبانوں سنسکرت اور ہی پھاشا کے رسم الخط میں لکھیں۔"[۸]

فورٹ ولیم کالج میں اس بات پر زور دیا گیا کہ جس طرح مسلمان اور ہندو صدیوں سے ایک ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن معاشرتی طور پر ذہنیت کے لحاظ سے پھر بھی اختلاف موجود ہے اس طرح ان کی زبانوں کے رسم الخط بھی مختلف ہونے چاہئیں۔ ہندو اور مسلمانوں کے ناگری رسم الخط استعمال کرنے کی مثالیں اگرچہ موجود تھیں لیکن نثر اور کاروباری و سرکاری خط و کتابت کے لیے فارسی رسم الخط استعمال ہوتا رہا۔ ہندوؤں میں اس وقت غصے کی لہر دوڑ گئی جب سر سید احمد خان نے کانگرس کو خیر باد کہا اور مسلمانوں کی الگ حیثیت اور قوت کو مضبوط بنانے کے لیے کوشش کرنے لگے۔ فورٹ ولیم کالج کی تحریک نے جن لوگوں پر اپنا اثر ڈالا انہوں نے مسلمانوں کو فارسی رسم الخط جو بدیسی ہے کو چھوڑ کر مقامی رسم الخط اختیار کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر زور کے کہنے رقمطراز ہیں:

> "ناگری رسم الخط کے استعمال نے ہندوستانی کی ہم گیری اور ترقی کو بہت دھچکا پہنچایا اور تفرقہ کی وجہ سے پہلے تو وہ تمام ہندوستان کی مشترک علمی و ادبی زبان رہی۔ اور پھر اس کا فطری ارتقاء محدود ہو گیا۔"[۹]

۱۹۴۶ء میں گاندھی نے اُردو کی مخالفت شروع کر دی اس سے پہلے ہندوؤں نے عربی اور فارسی لفظوں کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ ہمایوں پر اس تحریک کی مخالفت کرتے رہے جو اُردو کے خلاف چلائی جاتی تھی اور ہمیشہ اُردو زبان کی حمایت کرتے رہے۔ ابتداء میں ہمایوں خاموش رہا اور مختلف مضامین شائع کرتا رہا۔ دو مضامین کے اقتباس یہ ہیں:

> "اس غرض کے لئے کہ اُردو زبان عام ہندوستانی کی زبان بن سکے۔ ایک موزوں تدبیر یہ ہے کہ ہندی کے وہ الفاظ اُردو میں اضافہ کئے جائیں جو آسان، عام فہم اور شیرین ہوں۔ اس کا اثر یہ ہو گا کہ ہمارے ہندو بھائی اس زبان سے زیادہ مانوس ہو جائیں گے اور ہماری زبان اپنے قدرتی مخرج سے زیادہ قریب ہو جائے گی۔"[۱۰]

صاحبِ مضمون اپنے مضمون "ذریعہ تعلیم اُردو قار دی جائے" میں اُردو کی اہمیت اس کا تاریخی ارتقاء اور اس کے تعلیمی اداروں میں نقاط کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

> "اُردو کے ملکی زبان بننے کا ایک اور بڑا ذریعہ اس کا تعلیمی زبان بننا ہے۔ زبانوں کے تاریخی ارتقاء میں جو درجہ یونیورسٹیوں کو حاصل ہے۔ کسی دوسری چیز کو حاصل نہیں جو زبانیں اس قابل نہیں ہوتیں کہ ملک کی متحدہ زبان بن جائیں وہ صرف اس کی وساطت سے اس درجہ کو پہنچتی ہیں۔ یوں ہمارا فرض ہے کہ ہم اُردو کو اپنی قومی زبان بنا کر اس کے لئے پوری جدوجہد کریں۔ اپنے بچوں پر اس کی تحصیل لازمی کر دیں۔" [۱۱]

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

لیکن ۱۹۲۶ء میں گاندھی نے اُردو کو صرف مسلمانوں کی زبان کا نعرہ لگایا۔ کانگریس نے کبھی چھپ کر اور کبھی ظاہر ہندی زبان کی حمایت کا آغاز کیا تو اُردو زبان دانوں نے شدید غم وغصے کا اظہار شروع کر دیا۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۸ء میں پورے ہندوستان میں اُردو زبان کا دن منایا گیا۔ ہندوؤں نے بھی اس دن کو منانے میں حصہ لیا۔ اس پر ہمایوں نے اپنا انداز تبدیل کیا۔ جنوری ۱۹۴۰ء کے شمارے میں میاں بشیر احمد لکھتے ہیں:

"یہ اچھی بات ہو یا بری بات، اب اُردو زبان وادب کے لئے آرام کے دن اب وہ زمانہ نہیں کہ اُردو کے ادیب اپنے گھر کے بالا خانہ میں بیٹھ کر چین سے مضمون لکھیں اور اُردو کے شاعر مزے سے باغوں میں ٹہلتے ہوئے اپنے شعر گنگنایا کریں اور دنیا دور سے واہ واہ کیا کرے۔ زبانیں قوموں کی زبانیں ہیں اور قومیں اپنی اپنی تہذیب کی نام لیوا اور اپنے اپنے نصب العین کے لئے جہاد پر آمادہ زندگی ہمیشہ سے کچھ ایجا تانی تھی اور کچھ آرام پسندی لیکن اب تو آرام پہلے سے کم اور کشاکش پہلے سے بدرجہ زیادہ ہوتی ہے۔ یہ اچھی بات ہو یا بری بات اب تو زمانے کی اس رو میں ہمیں بھی بہنا پڑے گا۔ ہندوستان غفلت میں سمویا پڑا تھا کہ موجودہ تحرکات کا طوفان اس پر ٹوٹ پڑا یہ ان کے لوگ کچھ جاگے کچھ جاگ رہے ہیں سیاست ہر چیز پر چھا رہی ہے۔ زبان بھی اس کی لپیٹ میں آگئی ہے۔ اُردو بڑی دلکش زبان ہے۔ لیکن اب نری دلکشی، زندگی کی حفاظت نہیں کر سکتی۔ اب چاہیے خودداری کا جذبہ، اب چاہیے طاقت ایک طرف اپنی حفاظت کے لئے دوسری طرف اپنی اصلاح وترقی کے لئے۔ آج دنیا میں صرف حرکت کرنے والے زندہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان بھر میں صرف اُردو صحیح معنوں میں وہ زندہ زبان ہے جس میں مشترکہ قومی زبان بننے کی صلاحیت موجود ہے اور ضد اور پروپیگنڈہ سے قطع نظر یہی ملک بھر میں سب سے زیادہ ہر دل عزیز زبان ہے۔ اُردو کی موجودہ ہر دلعزیزی اس کی تاریخی حیثیت اور فطری صلاحیت اور موزونیت پر منحصر ہے اُردو زبان دلکش ہے اس کے ادب میں جتنی دلکشی ہے اس کے ساتھ بھی اب اُردو والے کچھ بیدار ہو گئے ہیں اور ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔" [۱۲]

حوالہ جات

۱۔ مارچ ۱۹۲۳ء
۲۔ مولانا سلیم، مارچ ۱۹۲۳ء، ص ۱۸۲
۳۔ مارچ ۱۹۲۳ء، ص ۱۹۱
۴۔ مارچ ۱۹۲۳ء، ص ۱۹۹
۵۔ ناظر دہلوی، مارچ ۱۹۲۳ء، ص ۱۸۹
۶۔ مئی ۱۹۲۳ء، ص ۱۸۹
۷۔ مئی ۱۹۲۳ء، ص ۳۰۹
۸۔ ہندوستانی لسانیات، ڈاکٹر محی الدین زور، ص ۱۶۶
۹۔ ڈاکٹر زور
۱۰۔ ہندوستان کی عام زبان، وحید الدین سلیم، ہمایوں شمارہ مارچ ۱۹۲۲ء
۱۱۔ ذریعہ تعلیم اُردو قرار دی جائے، ناظر، ہمایوں شمارہ مارچ ۱۹۴۳ء
۱۲۔ بشیر احمد، ہمایوں شمارہ جنوری ۱۹۴۰ء